Kashf Journal of Multidisciplinary Research
Vol: 02 - Issue 11 (2025)
P-ISSN: 3007-1992 E-ISSN: 3007-200X
https://kjmr.com.pk

نجیبہ عارف کے افسانہ "پچھلی رات کا جادو" میں عورت کے وجود کی معنویت کا تجزیہ

"AN ANALYSIS OF THE EXISTENTIAL SIGNIFICANCE OF WOMAN IN NAJEEBA ARIF'S SHORT STORY "*PICHHLI RAAT KA JADOO*"

Dr. Aqlima Naz*
Assistant Professor. Department of Urdu Zuban-O-Adab, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi.

**Corresponding Author:* aqlimanaz@fjwu.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.71146/kjmr751

Article Info

This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license https://creativecommons.org/licenses/by/4.0

Abstract

Najeeba Arif, an eminent Urdu writer, critic, and academic, is widely known for addressing existential and gender-based concerns in her creative and critical works. This paper offers a critical reading of her short story "Pichhli Raat ka Jadoo", with particular focus on the suppressed desires and existential condition of its female protagonist. Unlike conventional portrayals of women suffering from material deprivation, this story depicts a character whose economic needs are met but whose emotional and conjugal aspirations are systematically denied by her husband. This persistent negation gradually compels her to silence her own longings, leading to a slow existential suffocation and eventual symbolic death. Employing Martha C. Nussbaum's Objectification Theory, the study examines how patriarchal dynamics strip the woman of subjectivity and reduce her to an object. At the same time, the analysis foregrounds the writer's subtle critique of this reduction, highlighting her reassertion of female agency and existential significance. By situating the narrative within the broader framework of contemporary Urdu fiction and feminist literary discourse, this research underscores the writer's vital contribution to reshaping representations of women in literature.

Keywords:

Najeeba Arif, Urdu fiction, Objectification Theory, Martha C. Nussbaum, Existential significance.

تاریخ میں عورت کو اکثر شے یعنی Object کے طور پر دیکھا اور برتا گیا۔ مختلف تہذیبوں، ادوار اور سماجی ڈھانچوں میں مختلف شکلوں میں عورت کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ چونکہ پدرانہ روایت میں یہ عام تصور کیا جاتا ہے کہ مرد طاقتور ہیں اور خواتین کمزور ہیں۔[1] اسی طرح کہیں مرد کے مقابلے میں عورت کو ناقص اور نامکمل قرار دیا گیا۔ کئی تہذیبوں میں عورت کو شوہر یا بھائی اور باپ کی ذاتی ملکیت سمجھ کر اپنی خواہشات کے تابع اور حتیٰ کہ خرید و فروخت کا آلہ سمجھا گیا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی کے بقول۔

> پدرانہ معاشرہ روایات و رسم و رواج کے ذریعہ عورت کو ذہنی طور پر اس بات پر تیار کر دیتا تھا کہ وہ معاشرہ کی تقسیم اور جنسی فرق کو فطری سمجھ کر قبول کرے اور اسے چیلنج کرنے کی جرات نہ کرے۔ اس نظام کو برقرار رکھنے کے لیے یہ نظام تشدد اور غیر تشدد دونوں طریقوں کو استعمال کرتا ہے۔2

درج بالا اقتباس میں درست طور پر یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ عورت پر جبر ہمیشہ ظاہری یا جسمانی نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات یہ جبر روایات، اقدار اور معاشرتی تربیت کے ذریعے ذہنی و فکری سطح پر مسلط کیا جاتا ہے۔ پدرانہ نظام عورت کو اس طرح سماجی طور پر تشکیل دیتا ہے کہ وہ اپنی ثانوی حیثیت کو قدرتی یا فطری ماننے لگتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ خود اس نظام کے تسلسل کا حصہ بن جاتی ہے۔

سماجیات، بشریات اور نسائی تنقید کے مختلف مفکرین کے ہاں اس حوالے سے بہت سی بحثیں ملتی ہیں۔ اسی حوالے سے امریکی فلاسفر مارتھا نَس بام نے بھی اپنے مضمون میں عورت کی سماجی حیثیت کو موضوعِ بحث بنایا۔

مارتھا نَس بام (Martha C. Nussbaum) نے اپنے مضمون **"Objectification" (1995,** *Philosophy & Public Affairs*) میں بتایا کہ عورت کو اکثر ایک "شے" *(object)* کے طور پر برتا جاتا ہے، ایک خودمختار فرد *(subject)* کے طور پر نہیں۔ انھوں نے اپنے مضمون میں objectification کے سات پہلو بتائے ہیں۔[3] نس بام نے یہ سات نکات کسی انسان کو شخص کی بجائے کوئی چیز سمجھ کر دیکھنے کے طریقے بتائے۔

1. **Instrumentality** آلہ بنانا
2. **Denial of Autonomy** خودمختاری سے محرومی
3. **Inertness** غیر فعالیت
4. **Ownership** ملکیت
5. **Fungibility** بدلاؤ کی صلاحیت

6. Violability قابل توڑ ہونا
7. Denial of Subjectivity احساسات کو نظر انداز کرنا

لیکن فیمنسٹ نے انھیں خاص طور پر عورت کے حوالے سے برتا۔ عورت کی ذات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ سات نکات اس طرح سامنے آتے ہیں۔

1. Instrumentality عورت کو محض ایک آلہ یا ذریعہ سمجھنا۔
2. Denial of Autonomy عورت کی اپنی انفرادیت اور آزادی کو رد کرنا۔
3. Inertness عورت کو غیر فعال اور خاموش اور بے اثر سمجھنا۔
4. Ownership عورت کو مرد کی ملکیت سمجھنا۔
5. Fungibility عورت کو کسی اور سے بدلا جا سکنے والی چیز سمجھنا ۔
6. Violability عورت کے جسم یا ذات کو بغیر اجازت توڑا یا استعمال کیا جا سکتا ہے۔
7. Denial of Subjectivity عورت کے جذبات، احساسات اور تجربات کو غیر اہم یا ناقابل اعتنا سمجھنا۔

ذیل میں مارتھا نَس بام کے مضمون میں پیش کردہ objectification کے سات پہلوؤں کی روشنی میں میں عورت کی سماجی حیثیت کو موضوعِ بحث بنایا جائے گا۔

نجیبہ عارف عصرِ حاضر کی ایسی نابغہ روزگار ہستی ہیں جنھوں نے اپنی علمی دانش اور تخلیقی لیاقت سے ادب کے میدان میں بے شمار گوہر نایاب کا اضافہ کیا۔ وہ محض ایک ناقد، محقق، شاعرہ اور افسانہ نگار ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت ادیبہ بھی ہیں جنھوں نے ادب کے تقریباً ہر میدان کو اپنی فکر اور فن سے مالا مال کیا۔ تحقیق و تنقید میں ان کی فکری گہرائی، ادارت و تدوین میں ان کا انتخابی ذوق، شاعری و افسانہ نگاری میں ان کا جمالیاتی شعور، ترجمہ و تعبیر میں ان کا بین الثقافتی رابطہ اور تصوف و حکمت میں ان کی معنوی جستجو سبھی ان کے علمی کمالات کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں انسانی تجربات، داخلی و خارجی کشمکش، معاشرتی رویے، عورت کی نفسیات اور وجودی سوالات کو نہایت باریک بینی، فنی مہارت اور فکری وسعت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

ان کا افسانوی مجموعہ "میٹھے نلکے" اکادمی بازیافت سے 2022 میں چھپا جس میں کل 16 افسانے شامل ہیں۔ مبین مرزا کتاب کے شروع میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔

"ان کے افسانے عہدِ جدید کے انسان اور بالخصوص ایک عورت کی تہ در تہ کیفیات، احساسات اور تجربات کو فرد سے سماج تک پھیلتے دائرے میں سمجھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ موقع دونوں سطحوں پر یعنی وجود اور روح میں الگ الگ قوس پر ہی نہیں، بلکہ ان کے باہم ملنے سے ایک محیط میں بھی فراہم ہوتا ہے۔"4

نجیبہ عارف کے افسانوں کا مرکزی موضوع یعنی عورت، خواب بھی دیکھتی ہے، محبت بھی چاہتی ہے، اپنی شناخت بھی تلاشتی ہے، مگر اکثر سماجی جبر اور داخلی انتشار کے درمیان پھنسی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہی کیفیت قاری کو اس احساس تک لے جاتی ہے کہ عورت کا وجودی بحران صرف اس کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ پورے معاشرتی نظام کی کمزوری کا آئینہ ہے۔

افسانہ "پچھلی رات کا جادو" میں بھی ایک عورت کی ناآسودہ خواہشات اور اس کے جیتے جی موت کی المناک کہانی پیش کی گئی ہے جو کہ صنفی طاقت کے عدم توازن اور عورت کی ذات کے مسخ ہونے کی دردناک کہانی ہے۔ سکینہ کو اس دنیا سے اٹھے 2 سال گزر گئے ہیں اور شوہر ابھی تک اس کی یادوں میں کھویا رہتا ہے۔ سکینہ ایک معصوم دل کی مالک زندگی کو بھرپور طریقے سے جینے کی خواہش مند تھی۔ اسے پھولوں سے محبت تھی، بارش کے موسم میں اپنے شوہر کے ساتھ بارش کی بوندوں سے لطف اندوز ہونے کا جی چاہتا، شام کو لان میں بیٹھ کر چائے پینے کا دل چاہتا، پہاڑوں کی سیر کرنے کا شوق ہوتا، مگر شوہر نے کبھی اس کی خواہشات کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا اور ہمیشہ اس کی خواہشات کو نظرانداز کر دیا۔ شوہر کی بے اعتنائی نے سکینہ کی شخصیت کو اس نہج پر پہنچا دیا جہاں وہ اپنی چھوٹی چھوٹی، معصوم خواہشات کا گلہ گھونٹے ہوئے زندگی سے ہار گئی۔ مرنے کے بعد اس کا شوہر اسے یاد کر کے افسردہ ہے شوہر کا بعد از مرگ اسے یاد کر کے بے چین ہونا اس افسانے کو نہ صرف ایک المیہ بلکہ ایک عبرت انگیز سماجی بیانیہ بھی بنا دیتا ہے۔

"وہ میری خفگی سے بہت ڈرتی تھی۔ ایک دم سے ہتھیار پھینک دیتی تھی، کبھی معافی مانگ کر مجھے منا لیتی، کبھی کچھ دن کے لیے خاموش سی ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ اس نے ایسی فرمائشیں کرنا چھوڑ دیا۔ میں خوش قسمت تھا کہ میری حکمت عملی کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ میں نے اپنی بیوی کو اپنی پسند کے طرزِ زندگی کے مطابق ڈھال لیا تھا۔۔۔5

شوہر نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ سختی اور خفگی سے اسے خاموش، فرمانبر دار اور اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا جس پر وہ نازاں تھا مگر وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ اندر سے ٹوٹتی، مرجھاتی اور آہستہ آہستہ زندگی سے دستبردار ہو رہی ہے۔ وہ زندگی کو ذمہ داری اور فریضے کے طور پر بسر کرنے لگی تھی۔

> اسی خوشی میں، میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ وہ مرجھاتی جا رہی تھی۔ شب و روز کے سبھی معمولات میں وہ میکانکی انداز میں مصروف رہتی۔ ایک احساسِ ذمہ داری کے ساتھ، ایک فریضے کے طور پر۔ لیکن وہ جو ایک چونچالی سی اس کی طبیعت میں تھی، جس نے پہلے پہل مجھے اس کی طرف متوجہ کیا تھا، اب غائب ہوتی چلی جاتی تھی۔۔۔6

سکینہ کی خواہشات غیر حقیقت پسندانہ نہیں تھیں بلکہ زندگی کی بالکل سادہ خوشیاں تھیں مگر کہانی اس وقت مزید المناک موڑ اختیار کرتی ہے جب اس کا شوہر اس کی موت کے دو سال بعد جبکہ وہ اپنی عمر کی چھٹی دہائی سے گزر رہا ہے، اپنی سیکرٹری کے لیے وہ سب کرنے کو تیار ہے جو اپنی بیوی کے لیے نہ کر سکا۔ درج ذیل اقتباس میں کئی تلخ سچائیاں چھپی ہوئی نظر آئیں گی جب وہ دوسری عورت سیکریٹری فائزہ کے ساتھ وقت گزارنے پر آمادہ ہوا۔

> میں ہمیشہ سے ایک سنجیدہ مزاج انسان رہا ہوں۔۔۔ لیکن آج، عمر کی چھٹی دہائی میں، نوجوانی کی سی تھرل اور ایکسائٹمنٹ محسوس ہو رہی تھی اور ساتھ ہی اس احساس کا لفظ بھی آ رہا تھا۔ میں نے بلاوجہ ہی کمرے کے باہر لٹکے ہوئے طوطے کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔"7

یہ اقتباس مرد کردار کی منافقت، خود غرضی اور گہری نفسیاتی بے حسی کو مزید آشکار کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سکینہ، جسے پھول پسند تھے، بارش میں بھیگنا پسند تھا، جسے شوہر کے ساتھ رومانوی انداز میں وقت گزارنا پسند تھا، کے لیے سب نہ کر سکا، اب جب یہ تمام پچھتاوا بن کر اسے جینے نہیں دے رہا اور یادوں کی صورت اس کے لیے وبالِ جان بنا ہوا ہے۔ تو ایسے میں سیکریٹری کی خواہش اور دعوت پر پہاڑوں پر وقت گزارنے کے لیے فوراً آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ پرندے آزاد کر رہا ہے، پھولوں کی ٹوکری تیار کر رہا ہے، سکینہ کی پسند کا لباس پہن رہا ہے اور بارش سے روح کو سیراب کرنے جا رہا ہے، گویا یہ ایک دوسری عورت کو استعمال کرنے کی نئی حکمتِ عملی ہے، یہاں یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کہ وہ مرد تبدیل ہو گیا ہے بلکہ یہاں بھی اس کے سامنے ذاتی مفاد ہے کہ وہ ایک دوسری عورت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے

اور ساتھ ہی سکینہ کی یادوں سے بھی فرار چاہتا ہے۔ یہ افسانہ ایک مرد کی نفسیاتی تصویر پیش کرتا ہے جو صرف اپنی خواہشات کے گرد گھومتا ہے۔

ایک اور جگہ مبین مرزا لکھتے ہیں۔

"پچھلی رات کا جادو" کا بیانیہ ملال اور اندوہ کی جس کیفیت کو لے کر چلتا ہے، وہ ماضی کے اثر میں حال کی کایا کلپ کو سامنے لاتی ہے۔ محرومی اور ملال کے رنگ ہمیشہ گہرے محسوس ہوتے ہیں، لیکن اس کا کیا کیجیے کہ آدمی کی مٹی اندر سے ایک دم کچی نکل آتی ہے، اور رنگ پر رنگ چڑھتے دیر نہیں لگتی۔ بات یہی تو ہے، آدمی پر رنگ آدمی ہی کا چڑھتا ہے، ملال اور رجمال دونوں ہی صورتوں میں۔ "8

افسانہ" پچھلی رات کا جادو "میں سکینہ کا کردار Martha Nussbaum کی Objectification Theory کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ سکینہ کی خواہشات جیسے پھولوں کی خوشبو، بارش سے لطف اندوز ہونا یا اپنی پسند کا لباس پہننا، اس کے شوہر کی حکمتِ عملی کے باعث دبتی چلی جاتی ہیں۔ شوہر نے اسے اس طرح اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا کہ سکینہ اپنی انفرادی خواہشات اور آزادیِ ارادہ سے محروم ہو گئی۔

یہی وہ کیفیت ہے جسے نَس بام نے Objectification قرار دیا ہے، یعنی کسی شخص کو ایک شے (Object) سمجھ کر اس کی خود مختاری اور انفرادیت کو رد کر دینا۔ سکینہ کا میکانکی طرز پر زندگی گزارنا اور بالآخر اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر مر جانا اسی نظریے کی عملی تعبیر ہے۔ شوہر کا بعد میں پچھتانا در اصل اس بات کا اعتراف ہے کہ اس نے بیوی کو ایک انسان کے بجائے محض ایک تابع وجود سمجھا۔ ان نکات کو افسانہ "پچھلی رات کا جادو" پر منطبق کیا جائے تو درج ذیل صورتِ حال واضح ہوتی ہے۔

1. Instrumentality عورت کو محض ایک آلہ یا ذریعہ سمجھنا۔

شوہر سکینہ کو اپنی خوشی کے مطابق ڈھال لیتا ہے، وہ اس کی خواہشات اور ذاتی دلچسپیوں کو نظر انداز کر کے صرف اپنی مرضی کی زندگی جینے پر مجبور کرتا ہے۔ سکینہ کا وجود صرف شوہر کی سہولت کے لیے ہے۔

"مجھے دیر تک بستر میں لیٹنا پسند تھا اور اس کا جلد اٹھ جانا بھی سخت برا لگتا تھا۔۔۔ وہ چاہتی تھی صبح سویرے اٹھ کر موتیے کی کلیوں کو کھلتے دیکھے۔ مجھے اس کی ان باتوں پر ہنسی آتی تھی۔

رومان۔ٹین ایج رومان۔بھلا اس سے کیا ہوتا ہے، موتیے کے پھول کھلتے ہیں تو کیا ہوا، انھیں دیکھ لیں گے تو کیا ہو جائے گا، کچھ بھی نہیں! سکینہ۔۔۔کچھ بھی نہیں! میں بڑی دانش وری سے اسے سمجھایا کرتا۔چھٹی کے دن اس پر پہاڑوں پر جانے کا بھوت سوار ہو جاتا۔میرا دل چاہتا، ڈٹ کے آرام کروں۔۔۔اور کچھ نہیں تو صبح صبح واک پر جانے کی فرمائش کر دیتی۔۔۔پھر اس کی خواہش ہوتی کہ شام کو لان میں بیٹھ کر چائے پییں اور باتیں کریں۔۔۔مجھے اس کی ایسی خواہشوں پر غصہ آجاتا تھا اور اکثر میں اس سے ناراض ہو جایا کرتا۔9

2۔ Denial of Autonomy عورت کی اپنی انفرادیت اور آزادی کو رد کرنا۔

سکینہ بار بار اپنی چھوٹی خواہشات (موتیے کے پھولوں کو کھلتے دیکھنا، بارش سے لطف اندوز ہونا، لان میں بیٹھ کر چائے پینا، پہاڑوں کی سیر پر جانا) ظاہر کرتی ہے مگر شوہر کی خفگی کے ڈر سے آخر کار اپنی خواہشات ترک کر دیتی ہے۔

"آہستہ آہستہ اس نے ایسی فرمائشیں کرنا چھوڑ دیا۔میں خوش قسمت تھا کہ میری حکمت عملی کامیاب ثابت ہوئی تھی۔10

3۔ Inertness عورت کو غیر فعال اور خاموش اور بے اثر سمجھنا۔

سکینہ خاموش ہو جاتی ہے، وہ اپنی بات منوانے یا اپنی خواہش کے لیے زور نہیں ڈالتی بلکہ میکانکی انداز میں گھر کے کاموں اور ذمہ داریوں تک محدود رہتی ہے۔

"لوگ سچ کہتے ہیں، شادی عورت کو غیر دلچسپ بنا دیتی ہے" میں اکثر اس کے سامنے دُہراتا۔

وہ شکایت بھری نظروں سے میری طرف دیکھتی مگر کچھ نہ کہتی۔"11

4۔ Ownership عورت کو مرد کی ملکیت سمجھنا

شوہر سکینہ کو اپنی حکمتِ عملی سے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتا ہے، گویا وہ ایک ذاتی ملکیت ہے جسے اپنی خواہش کے مطابق قابو اور تشکیل دیا جا سکتا ہے۔اور اس نام نہاد فتح پر نازاں بھی ہے۔

میں نے اپنی بیوی کو اپنی پسند کے طرزِ زندگی کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ میرے دوستوں میں سے کم ہی کسی کو یہ کامیابی نصیب ہوئی تھی۔12

5۔ Fungibility عورت کو کسی اور سے بدلا جا سکنے والی چیز سمجھنا ۔

سکینہ کی موت کے بعد شوہر اپنی سیکریٹری کے ساتھ وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہے جو کبھی سکینہ چاہتی تھی۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے نزدیک سکینہ کی شخصیت کو بدل کر کوئی اور عورت اس کی جگہ لے سکتی ہے۔

زندگی پہلے کی طرح امید بھری اور خوش گوار محسوس ہوئی، جیسے کسی پالتو پرندے کے پنجرے کا دروازہ کھل گیا ہو اور اسے اپنی آزادی کا یقین نہ آرہا ہو۔۔۔فائزہ میری نئی سیکریٹری بہت باتونی ہے۔ روز شام کو دفتر سے گھر جانے کے بعد مجھے فون کرتی ہے اور ہم دیر تک لمبی لمبی باتیں کرتے ہیں۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں سکینہ کی یاد میں کتنا دکھی رہتا ہوں۔ شاید اسی لیے اس نے دو دن کی چھٹی منانے کے لیے پہاڑ پر جانے کی فرمائش کر دی ہے۔۔۔ میں نے موتیے کے پھولوں سے ٹوکری بھر لی اور فائزہ کے انتظار میں باہر برآمدے میں بیٹھ گیا ہوں۔"13

6۔ Violability عورت کے جسم یا ذات کو بغیر اجازت توڑا یا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

شوہر کی سختی اور مسلسل خفگی نے سکینہ کی ذات کو اندر سے توڑ دیا۔ وہ روز تھوڑا تھوڑا مرتی گئی، حتیٰ کہ اس کی روحانی اور نفسیاتی موت ہو گئی۔

مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ وہ مجھ سے، اپنی شادی شدہ زندگی سے اور اس کے امکانات سے مایوس ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اپنی ذات کو قتل کرنے کے درپے ہے اور ہر روز تھوڑا تھوڑا کر کے مرتی جا رہی ہے۔"
14

7۔ Denial of Subjectivity عورت کے جذبات، احساسات اور تجربات کو غیر اہم یا ناقابلِ اعتنا سمجھنا۔

سکینہ کی مسکراہٹ، خوشی اور زندگی سے محبت کو، شوہر نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا۔ وہ صرف ذمہ داری نبھانے والی بیوی رہ گئی، اس کی اندرونی دنیا اور جذبات کو مکمل طور پر نظرانداز کر دیا گیا اور اس کی موت کے بعد اس بات کا ادراک اس کے شوہر کو بھی ہو گیا۔

"سچ تو یہ ہے کہ میں نے کبھی اس طرح سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ اگر مجھے ذرا بھی احساس ہوتا
کہ وہ مایوسی کی کس انتہا پر ہے تو میں۔۔۔15

بظاہر یہ افسانہ ایک گھریلو کہانی ہے جس میں ایک بیوی اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے، لیکن اس کے اندر چھپی ہوئی علامتیں اور نفسیاتی کیفیتیں قاری کے سامنے ایک بڑا سوال رکھتی ہیں، عورت کو انسان مانا جائے یا محض ایک تابع شے؟ افسانہ اس بنیادی نکتے کو سامنے لاتا ہے کہ مادی آسائشوں کی فراوانی کے باوجود اگر عورت کی جذباتی اور وجودی خواہشات کو دبایا جائے تو اس کی شخصیت اندر ہی اندر دم توڑ دیتی ہے۔ Martha Nussbaum کی Objectification Theory کے حوالے سے دیکھا جائے تو سکینہ کی زندگی ایک زندہ مثال ہے کہ کس طرح کسی فرد کی انفرادیت اور خود مختاری کو نظرانداز کر کے اسے محض استعمال کے قابل وجود بنا دیا جاتا ہے۔ شوہر کی طرف سے جذباتی لاتعلقی اور خواہشات کی مسلسل نفی عورت کو اس مقام تک لے جاتی ہے جہاں وہ اپنی تمناؤں کا گلا گھونٹ کر مر جاتی ہے۔ اس تناظر میں افسانہ صرف ایک ذاتی سانحے کی کہانی نہیں بلکہ پورے سماج کی ذہنیت پر تنقید بھی ہے۔

یہ افسانہ ان لاکھوں عورتوں کی نمائندگی کرتا ہے جن کے جذبات کو رشتوں اور معاشرتی توقعات کے بوجھ تلے خاموشی سے مسل دیا جاتا ہے۔ صنفی مساوات کے تصور کو سامنے رکھا جائے تو عورت کے فرائض بھی مرد پر اسی طرح سے عائد ہیں جس طرح سے مرد کے فرائض عورت پر۔ اس حوالے سے عورت کی مرضی، اس کی پسند و ناپسند، اس کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات، اس پر عائد کی گئی معاشرتی پابندیاں یہ سب بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنا کہ مرد کے جذبات اور اس کی خواہشات کی اہمیت ہے۔16

نجیبہ عارف اس افسانے کے ذریعے ہمیں اس سماجی منافقت سے آشنا کراتی ہیں، جہاں عورت سے محبت کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن اس کی ذات کو پہچاننے کا عمل غائب رہتا ہے۔ سکینہ کی شخصیت افسانے میں ایک نرم دل اور محبت کی خواہش رکھنے والی عورت کے طور پر ابھرتی ہے۔ اس کی زندگی کی محرومیاں کسی مادی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ جذباتی اور رشتوں کے اندر موجود طاقت کے فرق سے پیدا ہوتی ہیں۔ سکینہ کے پاس محبت بھرا رشتہ تو ہے، لیکن وہ صرف نام کا رشتہ رہ جاتا ہے، کیونکہ شوہر اس کے احساسات، خواہشات اور ترجیحات کو اہمیت نہیں دیتا۔ یہ صورتحال ہمارے معاشرتی نظام کی عکاسی کرتی ہے، جہاں عورت کی خوشیوں، پسند ناپسند اور ذاتی آزادی کو اکثر غیر اہم یا فضول سمجھا جاتا ہے۔ نتیجتاً، عورت کا وجود بتدریج نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر وجودی کرب میں ڈوب جاتا ہے۔ یہی وہ طاقت کا عدم توازن ہے جہاں مرد فیصلہ ساز بن کر عورت کے جذباتی اور نفسیاتی وجود پر قابض رہتا ہے، اور عورت کو فرد کی بجائے بطور شے سمجھ کر اس کے وجود کی نفی کرتا ہے۔

حوالہ جات

1. Farida, G., Nawaz, T. A., & Termezi, M. (2025). Bridging the Divide: An SDG 5 Analysis of Gender Inequality in" Mahalakshmi's Bridge". *Qualitative Research*.

2۔مبارک علی،ڈاکٹر،سماجی و ثقافتی رسم و رواج اور پنجابی عورت (مضمون)، مشمولہ:تاریخ اور عورت، فکشن ہاؤس،لاہور،2014ء،ص165

3. Nussbaum, Martha C. *"Objectification."* Philosophy & Public Affairs, Wiley, Vol. 24, No. 4 (Autumn, 1995), pp. 257.

4۔ مبین مرزا، (مضمون) نجیبہ عارف کی افسانوی تشکیل، مشمولہ: میٹھے نلکے،اکادمی بازیافت،اسلام آباد، کراچی،2022ء،ص11

5۔نجیبہ عارف، میٹھے نلکے،اکادمی بازیافت،اسلام آباد، کراچی،2022ء،ص170

6۔ایضاً،ص170-171

7۔ایضاً،ص168

8۔ مبین مرزا،ایضاً،ص14

9۔نجیبہ عارف، میٹھے نلکے،ایضاً،ص168

10۔ایضاً،ص170

11۔ایضاً،ص171

12۔ایضاً،ص170

13۔ایضاً،ص172

14۔ایضاً،ص171

15۔ایضاً

16. Farida, G. صنفی مساوات کے تناظر میں افسانہ "مولوی صاحب کی ڈاک" کا تجزیاتی مطالعہ. (2025). *Kashf Journal of Multidisciplinary Research*, *2*(04), 12-19.

17. Bibi, R., & Batool, I. (2023). A Study of Resistance in Irfan Ahmed Urfi's Short Stories: عرفان احمد عرفی کے افسانوں میں مزاحمت نگاری:ایک مطالعہ. *GUMAN*, *6*(3), 94-101.